حافظ عبدالرزاق
ایم۔اے

عظمتِ صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ تربیت اور کمالِ تربیت

قاعدہ ہے کہ ہر تعمیری کام مشکل ہوتا ہے مگر انسان کے بچے کی پرورش اور صحیح تربیت تو بہت مشکل کام ہے اور اگر بچہ بگڑتا ہوا جوانی کی منزل تک پہنچ جائے تو اُس کا بگاڑ بھی جوان ہو جاتا ہے اس لئے اس کی اصلاح اور صحیح تربیت تو جان جوکھوں کا کام ہے۔

جب سے انسان اس کرّہ ارض پر آباد ہوا سُنت اللہ یہی رہی ہے کہ بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ ہر نبی نے اپنے معاشرے کی اصلاح کچھ اس انداز سے کی کہ غیر نبی سے اس درجے کی اصلاح ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص اللہ کے آخری نبی — امام الانبیاء ﷺ کو اصلاح و تربیت کے لئے وہ قوم ملی جس کے بگاڑ کا اندازہ صرف اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ کوئی مہذّب حکومت ان کو رعایا کی حیثیت سے قبول کرنے پر تیار نہیں تھی مگر محسنِ انسانیت نے ان کی اصلاح و تربیت کا کام اس انداز سے کیا کہ ان کی حالت میں تبدیلی ہی نہیں آئی بلکہ انقلاب آ گیا۔ ان کی اپنی اصلاح ہی نہ ہوئی بلکہ وہ دوسروں کے لئے مصلح بن گئے۔ ان کا تزکیہ کیا ہوا کہ وہ مزکّی بن کے میدان میں آ گئے۔ وہ راہِ راست پر کیا آئے کہ دنیا کے گم کردہ راہوں کو ہدایت کا رستہ دکھا دیا۔ وہ جو دوسروں کو لوٹ کر

اکڑتے تھے وہ اب لُٹا کر خوش ہونے لگے۔ وہ جو دوسروں کے ہاتھوں سے لقمہ چھین کر اتراتے تھے، ان کے ہاں بھوکوں اور محتاجوں کے لئے دسترخوان بچھ گئے۔ اُس مسیحا نفس نے مُردوں کو زندۂ وجاوید بنا دیا۔ سچ کہا اُس نے جس نے اس کو پہچان لیا کہ

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

علمائے اخلاق کہتے ہیں کہ اصلاح و تربیت کا ایک خاص سلیقہ ہے درُست! مگر وہ سلیقہ کیا ہے؟ آؤ! اس سے پوچھیں جس نے اصلاح و تربیت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ مگر پوچھتے کیوں ہو، اس کی ہر ادا کو دیکھو کیونکہ اس کو بھیجنے والے نے اور اس کام پہ مامُور کرنے والے نے اس سے سیکھنے کا سلیقہ خود سکھایا کہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ اِس اُسوۂ کامل کو دیکھ کر چشمِ بینا کے سامنے اصلاح و تربیت کا نقشہ کچھ اس طرح آتا ہے جو رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا:-

۱۔ زیرِ تربیت انسانوں کے دِلوں میں یہ احساس نہیں بلکہ یقین پیدا کیا کہ میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔

۲۔ اِس کام کے لِئے کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔

۳۔ بھلائی کی ترغیب اور برائی سے روکنے کے لِئے نہایت دلنشیں پیرایہ اختیار کیا۔

۴۔ کوئی بات تحکّمانہ انداز میں نہیں کی بلکہ ہر بات حکیمانہ طور پر کی۔

۵۔ ایک دفعہ بات کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک شفیق باپ کی طرح ایک ہی بات کئی بار دُہرائی۔ جب بھی کسی سے لغزش ہوئی نہایت دِلسوزی کے ساتھ پھر سمجھایا۔

۶۔ جو کرنے کے لِئے کہا خود کر کے دِکھایا۔

۷۔ کسی کو خاص طور پر نشانہ بنا کے غلطی پر نہیں ٹوکا بلکہ عمومی اندازِ تخاطب سے کام لیا کہ اس کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہ لگے ۔

۸۔ جس نے بات نہیں مانی اس سے کبھی اُلجھے نہیں ۔

۹۔ بات کبھی مبہم نہیں کی بلکہ ایسی صاف اور واضح طور پر کی کہ مخاطب کے دماغ سے ہوتی ہوئی دل میں بیٹھ گئی ۔

۱۰۔ فوری اور فانی مفاد پر کبھی نگاہ نہیں رکھی بلکہ نگاہ ہمیشہ اس کے دُور رس اثرات پر جمی رہی ۔

محسنِ کائنات ﷺ کے کام کی نوعیت

اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کے ذمّے جو کام لگایا وہ اِتنا عظیم اور ایسا وسیع تھا کہ انسانی زندگی کے تمام شعبے اس کی لپیٹ میں آگئے مگر اس کا بیان اِتنا مختصر کہ ایک جُملے میں سمو دیا ارشاد ہُوا :۔

"کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔

یعنی یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے نازل کی تاکہ آپ انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں ۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں کئی مقامات پر کفر کو ظلمت اور ایمان کو نور قرار دیا گیا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا بنیادی کام یہ تھا کہ لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان کی نورانی دُنیا میں لے آئیں ۔یعنی ایمان وہ دولت ہے جو آدم زاد کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیتی ہے ۔صرف انسان نہیں بلکہ معیاری انسان ، قابلِ رشک انسان اور اللہ کا پیارا انسان بنا دیتی ہے ۔

حضور اکرم ﷺ کے اس کام کا جائزہ

حضور اکرم ﷺ نے جن لوگوں کو براہِ راست ایمان کی دعوت دی۔ اُن کا ردِّعمل دو قسم کا سامنے آتا ہے۔ ایک وہ، جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا وہ توظلمات سے نکل کر نور کی دُنیا میں آگئے اور انھیں ایمان لاتے ہی مسلمان کے نام سے پکارا جانے لگا۔ دُوسرے وہ، جنہوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور ہمیشہ کے لئے کفر کے اندھیروں میں رہنا ہی پسند کیا وہ کافر کہلائے۔

اِن ایمان لانے والوں کے لئے ایک مخصوص اصطلاح یعنی "صحابہ" وضع ہوئی۔ اب حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا اندازہ اسی گروہ یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے ہی کیا جا سکتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں :-

۱۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس تبدیلی کا اعلان کرایا گیا۔

قولوا اٰمنا باللّٰہ وما انزل الینا ...... الخ (۲ : ۱۳۶)

"یعنی (اے مسلمانو) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اُس پر، جو صحیفے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی اولاد پر نازل ہوتے، اُن پر اور جو کتب موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو عطاء ہوئیں اُن پر اور جو اور انبیاء علیہم السّلام کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں اُن پر سب پر ایمان لائے اور ہم ان انبیاء میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اس خدائے واحد کے فرمانبردار ہیں۔"

یہ کہلوانا ایک نفسیاتی حقیقت ہے۔ آدمی کسی چیز کو آزاد مرضی سے اُس وقت ترک کرتا ہے جب اسے اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور کوئی نئی چیز اپنانا اور اختیار

کرتا ہے تو اس وجہ سے کہ اُس سے محبت ہو جاتی ہے ۔ اِس اعلان سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اِس بات کا اعتراف کیا کہ ہمیں کفر سے نفرت ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا اور اِسلام اور ایمان سے محبّت ہے اس لئے اِسے اختیار کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اِس وصف کا اُن کی زبان سے اعلان کرایا ۔

۲ ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعلان کی صداقت

نبی کریم ﷺ کی دعوت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان لائے اور اس کا اعلان بھی کیا ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُن کا یہ اعلان کیا سچ مُچ کا تھا ؟ مگر اس کی شہادت کون دے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اِس کمال کی شہادت خود دی :۔

(ا) هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔ (۳۳ : ۴۳)

”یعنی وہ اللہ ہی تو ہے جو خود تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی ، کہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے ۔ اللہ ان اہلِ ایمان پر بڑا ہی مہربان ہے ۔“

(ب) ایمان کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ گروہ کو حکم دیتا ہے :۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔

(۳۳ : ۴۱ ، ۴۲)

”اے میرے رسُول کی دعوت پر لبیک کہنے والو ! اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو ۔“

(ج) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس وصف کا یقین دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

هُوَالَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (۸ : ۶۲)

"یعنی اے نبی ! وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور صحابہ کی جمعیت سے تقویت بخشی "۔

(د) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے اس تربیت یافتہ گروہ کو قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجئے اور ان کے اس ایثار کی پذیرائی جو ہم کریں گے اس کی تفصیل سنیئے :۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ الخ

"یعنی اے نبی ! اپنے ان تربیت یافتہ جان نثاروں کو قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجئے (ان کو کہہ دیجئے) کہ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے "۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جو وعدہ کیا وہ پورا کر کے دکھا دیا ۔

۳ ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و یقین میں روز بروز اضافہ کی شہادت

(ا) جنگ ایسا ہیبت ناک منظر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے جغادری ہمت ہار جاتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ کی تربیت کا اثر یہ تھا کہ ع

اتنے ہی وہ اُبھریں گے جتنا کہ دبا دوگے

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

"اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ"۔

"یعنی جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمھارے مقابلے کے لئے لشکرِ کثیر جمع کیا ہے۔ ان سے ڈرو تو ان کا ایمان و یقین اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے، اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

(ب) غزوۂ احزاب میں جب سارا عرب مدینہ منورّہ پر چڑھ آیا تھا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوتِ ایمانی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا۔ (۳۳ : ۲۲)

"یعنی جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی موقع ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ و رسول ﷺ نے بالکل سچ فرمایا تھا اور اور اس منظر کو دیکھ کر ان کے ایمان اور جذبۂ اطاعت میں اور اضافہ ہو گیا"۔

(ج) اللہ تعالےٰ کو حضور اکرم ﷺ کے اندازِ تربیت کا اتنا پاس ہے کہ وہ خود حضور ﷺ کے تربیت یافتہ گروہ کے ایمان و یقین میں اضافہ کرنے کا سامان پیدا کر دیتا تھا۔ ارشاد ہے:۔

"هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ"۔ (۴۸ : ۴)

"یعنی وہ اللہ ہی تو ہے جس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں پر تسلّی نازل فرمائی تاکہ اُن کے موجودہ ایمان و یقین میں اور اضافہ ہو"۔

۴ - صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان اور ایثار کی شہادت ایک خاص رنگ میں

انسان کو جان بڑی عزیز ہے پھر گھر بار میں بڑی کشش ہوتی ہے مگر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی تربیت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان و یقین اس درجے کا بھر دیا کہ ان کی نگاہ میں یہ دونوں عزیز ترین چیزیں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۵) "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ" (۲ : ۲۱۸)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی رضا کے لیے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں کفّار سے جنگ کرتے رہے وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں"

(ب) "لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ" (۹ : ۴۴)

"جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ جہاد سے پیچھے رہ جانے کے لیے آپ سے اجازت نہیں مانگتے بلکہ وہ تو اپنے جان و مال سے جہاد کرنے کے لیے بیتاب ہیں اللہ ان متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے"

(ج) مکی زندگی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافروں کے مقابلے میں جنگ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ مدینہ پہنچ کر ان کی اس خواہش میں اضافہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۨالَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ" (۲۲ : ۳۹، ۴۰)

"جن مہاجرین سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو جنگ کی اجازت دی

جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے اُن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں، اللہ ہمارا ربّ ہے۔"

۵۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اخلاص اور للّٰہیت

اللہ کریم کو صحابہ کی للّٰہیت کا اتنا پاس تھا کہ نبی کریم ﷺ کو خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ میرے ان شیدائیوں کی قدر افزائی کے لئے آپ ان کے پاس بیٹھا کریں۔ ارشاد ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۱۸ : ۲۸)

"یعنی اے میرے نبی! ان لوگوں کے پاس آپ بیٹھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح و شام یعنی ہر وقت یاد کرتے ہیں اور صرف اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔"

مفسّرین لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے۔ وہاں سے اُٹھ کر مسجدِ نبوی میں آگئے دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ بے اختیار حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے، اللہ تیرا شکر ہے کہ جن لوگوں کے پاس تو نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی مجھے عطا فرما دیئے۔

۶۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی ایمان قرار دیا۔

(ا) "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔" (۸ : ۷۴)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ کے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں بسایا ۔ یہی لوگ حقیقی مسلمان ہیں ۔"

اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ مہاجرین و انصار حقیقی مومن ہیں ۔

(ب) "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔" (۴۹ : ۱۵)

"یعنی مومن تو وہ ہیں جو اللہ و رسُول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا یہی لوگ سچّے مومن ہیں ۔"

(ج) مال فے کی تقسیم کے لئے مستحقین کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا :-

"لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔" (۵۹ : ۸)

"یعنی (یہ مال فے) ان تارک الوطن فقیروں کے لئے بھی ہے ۔ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے اموال سے محروم کئے گئے اور وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسُول کے مددگار ہیں ۔ یہی لوگ سچے ایماندار ہیں ۔"

اس ایک جملے میں اللہ نے مہاجرین کے متعلق کتنی شہادتیں سمو دیں :-

— اوّل یہ وطن سے نکالے گئے ،

— دوم یہ کہ اپنے مال و دولت سے محرُوم کر دیئے گئے ،

— سوم یہ کہ ان کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مفاد نہ تھا بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے

طلب گار تھے۔

— چہارم یہ کہ یہ لوگ دین کی خدمت کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے دست بازو ہیں۔

— پنجم یہ کہ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

۷۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان سب سے اعلیٰ درجے کا ہے۔

(ا) "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔" (۹ : ۲۰)

"یعنی جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی تو کامیاب ہیں"۔

اس آیت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ شہادت دی :۔

— کہ اوّل یہ کہ اللہ کے نزدیک ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔

— دوم یہ کہ عام ایمانداروں کی کامیابی کا اعلان تو حساب کتاب کے بعد حشر کے دن ہوگا مگر اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کے ان تربیت یافتہ پاکیزہ لوگوں کی کامیابی کا اعلان اُن کی زندگی میں اسی دُنیا میں کر دیا۔

(ب) فضیلت کے اعتبار سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو درجے بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔" (۵۷ : ۱۰)

یعنی تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال اور جان پیش کی، وہ اور جس نے فتح مکہ کے بعد یہ عمل کیا برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

ہاں پہلے گروہ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے ہاں اللہ نے دونوں گروہوں کے ساتھ نہایت اچھے اجر کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔"

۸۔ باطل کی کوششوں کے باوجود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان پر قائم رہے

(ا) وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (۲: ۱۰۹)

"یعنی بہت سے اہلِ کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لا چکنے کے بعد تمھیں پھر سے کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے (کہ تم حق سے نہیں پھر سکتے) تو تم انھیں (ان کی بدتمیزی پر) معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی دوسرا حکم بھیجے۔"

(ب) وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ ...... (۴: ۸۹)

"اور منافق تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں اُسی طرح تم بھی کافر ہو کر دونوں ایک جیسے ہو جاؤ تو تمھیں ہدایت کی جاتی ہے کہ ان کو دوست نہ بنانا۔"

اللہ نے شہادت دے دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا رنگ ایسا کچا نہ تھا کہ باطل کی کوششوں سے وہ اُتر جاتا۔ چنانچہ حق کے دو بڑے دشمنوں یعنی اہلِ کتاب اور منافقین نے انتہائی کوشش کی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان سے پھر جائیں مگر ان کی ہر کوشش بیکار ثابت ہوئی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔

۹۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان و عمل کی مقبولیت کی شہادت

(ا) ”لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔“ (۹ : ۸۸)

”لیکن اللہ کا رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے اور سب نے اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، اُنہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے اور بامراد ہیں۔“

اِس انعام میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی کریم کے ساتھ شامل فرمایا ہے:۔

(ب) ”اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔“

”یعنی اللہ تعالےٰ نے ان (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) کے لئے پہلے سے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔“

۱۰۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے رضا کی بشارت

اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قسموں اور ان کی تعداد کا شمار نہیں، ایک سے ایک بڑھ کر ہے مگر سب سے بڑی نعمت وہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے خود سب سے بڑی نعمت قرار دیا کہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ یعنی کسی کو اللہ کی رضا حاصل ہونا سب سے بڑی نعمت ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرمایا:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ... (۴۸ : ۱۸)

"یعنی اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے راضی ہوگیا جو ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔"
یہ بیعتِ رضوان کا ذکر ہے۔

۱۱۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کی شہادت

ایمان کا محل قلبِ انسانی ہے تقویٰ کا محل بھی وہی ہے اور دل کی حالت جاننے والا صرف ایک وہی ہے جو علیمٌ بذاتِ الصدور ہے اس لئے تقویٰ کی شہادت صرف وہی دے سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور شہادت دے تو وہ مظاہر تقویٰ کی ہوگی، تقویٰ کی نہ ہوگی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تربیت نے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل بدلے اس کی شہادت دیتے ہوئے اللہ کریم فرماتا ہے:۔

(ا) اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔" (۴۸ : ۲۶)

"جب کافروں نے اپنے دِل میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین (صحابہ) پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو تقویٰ پر قائم رکھا اور وہ سب سے زیادہ اس کے مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

(ب) "اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔" (۴۹ : ۳)

"جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے دھیمی آواز سے بولتے ہیں۔ اللہ نے

اُن کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ اُن کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے"۔

ج) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کی شہادت۔

"وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔" (۳۹ : ۳۳)

"یعنی جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں"۔

یہاں اللہ کریم نے شہادت دی کہ تقویٰ میں انتہائی بلند مقام حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے دوسرا درجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔

۱۲۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامل شخصیت کی شہادت

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ...... (۴۸ : ۲۹)

"یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع میں ہیں یا سجدہ میں، اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں (کثرتِ سجود کی وجہ سے) ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ اوصاف توریت میں بھی لکھے ہوئے ہیں اور انجیل میں بھی ..."

اللہ کریم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیت کی ایسی جامع شہادت دی ہے کہ کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ انسان کے اندر تین بڑی قوتیں ہیں، قوتِ عقلیہ، شہویہ اور غضبیہ۔ ان تینوں کی خوبی یہ ہے کہ اعتدال پر رہیں۔ قوتِ عقلیہ کے اعتدال کا نام

حکمت ہے۔ شہویہ کے اعتدال کا نام عفّت ہے اور غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت۔ اور تینوں کے مجموعی اعتدال کا نام عدالت ہے اور اسی کو اخلاقِ حسنہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے شہادت دے دی کہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ تھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ تینوں قوتیں اعتدال کے نقطہ پر تھیں۔ یہ کامل شخصیت کی علامت ہے۔

اِن سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ نے ایک اور امر کی شہادت دی کہ ان کے یہ اوصاف توریت اور انجیل میں مرقوم تھے جو اب قرآن میں بھی مرقوم ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سچّا ایمان وہی کہلائے گا جس کا توریت پر مکمل ایمان ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام کا اُمتی صحابہ محمد ﷺ کے اِن اوصاف پر ایمان نہ لاتا اُس کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوتا وہ کافر کا کافر ہی رہتا۔

اسی طرح جب صحابہ محمد ﷺ کے یہ اوصاف انجیل میں بھی مرقوم تھے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر وہی ایمان مقبول تھا، جو اللہ کی نازل کردہ انجیل پر ایمان ہوتا لہٰذا اگر عیسٰی علیہ السلام کا اُمّتی صحابہ محمد ﷺ کے ان اوصاف پر ایمان نہ لاتا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر اُس کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوتا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب صحابہ محمد ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

جب وہ پیدا ہوئے، اللہ کے آخری نبی ﷺ نے ان کی تربیت کی، اللہ کی آخری کتاب میں ان کے اوصاف درج فرما دیئے۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ محمد ﷺ کے ان اوصاف پر ایمان نہ لائے تو وہ کافر ہی نہیں بلکہ مہا کافر ہوگا کیونکہ اللہ کی آخری کتاب پر اس کا ایمان نہ ہوگا۔

۱۳۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو اللہ تعالےٰ نے معیاری ایمان قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے ہر مومن کے لیے ایمان کا پیمانہ صحابہ کرام

کا ایمان قرار دیا کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ نعمت اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ہاتھوں ملی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

(ا) "فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا" (۲ : ۱۳۷)

"یعنی (اے میرے نبی کے صحابہ!) اگر اور لوگ اسی طرح ایمان لائیں، جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت یافتہ قرار دیئے جائیں گے۔"

(ب) "وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ" (۴۹ : ۷)

"اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے اگر بہت سی باتوں میں وہ تمھارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمھارے لئے ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں سجا دیا اور تمھیں بیزار کر دیا کفر سے، نافرمانی سے اور گناہ سے۔ یہی لوگ تو راہِ ہدایت پر ہیں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے دو وصف بیان کئے اور ہر وصف کی دو جہتیں بیان فرمائیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ایک جہت؛ دوسری جہت یہ کہ وہ لوگ ایمان کو نہایت عزیز اور محبوب سمجھنے لگے۔ اس لفظ میں خاص نکتہ یہ ہے کہ محبوب سے جدا ہونا کسی کو گوارا نہیں ہوتا اس لئے صحابہ کرام کا ایمان سے جدا ہونا ممکن نہیں۔ دوسرا وصف کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا۔ اس میں بھی پھر وہی انسانی نفسیات کا پہلو موجود ہے۔ سجاوٹ انسان کو محبوب ہوتی ہے اس لئے سجاوٹ کی چیز میں گڑبڑ یا بگاڑ ہرگز گوارا نہیں ہوتا۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا تو اس سجاوٹ میں خلل ڈالنا بھلا کسی کی جرأت

ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تصویر کا صرف ایک رُخ دِکھانے پر اکتفا نہیں کیا۔ دوسرے رُخ میں بیان فرمایا کہ اللہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیزار کر دیا مگر کس سے؟ ایمان کی ضد تو کفر ہے اِس لئے صرف کفر سے بیزار کر دینا ایمان کے معیاری اور ناقابلِ تغیر ہونے کے لئے کافی تھا مگر نہیں! اللہ نے فرمایا، صحابہ کے ایمان کا مقام اور درجہ یہ ہے کہ ان کو نافرمانی اور گناہ سے بھی بیزار کر دیا۔

پھر بات اس پر ختم نہیں کی بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے استحکام اور معیاری ہونے کی شہادت دیتے ہوئے ایک جملہ اور بڑھا دیا اور اس کا اسلوب یہ اختیار فرمایا کہ اُولٰئِكَ کہہ کر هُمْ کا اضافہ کر دیا کہ یہی توراہِ ہدایت پر ہیں۔

(ج) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا ..... (۲۲ : ۷۸)

"اے گروہِ صحابہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمھیں چُن لیا اور برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی کسی بات میں تنگی نہیں کی اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراھیم علیہ السلام کا دین پسند کیا اس نے پہلی کتابوں میں بھی تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی وہی نام رکھا۔"

۱۴۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی معیاری ہونے کی شہادت

انسانی زندگی کے اجزائے ترکیبی دو ہوتے ہیں، ایک نظریہ یا عقیدہ اور دوسرا عمل کامل اور معیاری شخصیت وہ ہوتی ہے جس کے یہ دونوں پہلو عمدہ اور صحیح ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ کے سلسلے میں صحابہ کی تربیت جس انداز سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس

کے معیاری ہونے کی شہادت دے دی بلکہ دوسروں کا ایمان جانچنے کا پیمانہ قرار دے دیا۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا حضور اکرم ﷺ کی تربیت نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عملی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی پیدا کی یا کوئی انقلاب برپا کیا۔ اس سلسلے میں قرآن کریم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کو زیرِ بحث لاتا ہے:۔

(۱) "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" (۹ : ۱۰۰)

"جن لوگوں نے سبقت کی ایمان لانے میں مہاجرین میں سے اور انصار میں سے۔ اور جن لوگوں نے ان دونوں گروہوں کی سچے دل سے پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوئے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان لوگوں کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ عظیم کامیابی ہے"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تین گروہوں میں مقید کر کے رکھ دیا۔ ان کے بغیر اور کسی کو یہ عظیم انعام نہیں مِل سکتا۔

— اوّل۔ گروہِ مہاجرینِ مکہ

— دوم۔ انصارِ مدینہ

— سوم۔ پھر قیامت تک آنے والے وہ لوگ جو سچے دل سے عملی زندگی میں مہاجرین و انصار کی پیروی کریں۔

یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کے معیاری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کی رضا صرف اسے حاصل ہوگی جو مہاجرین و انصار کی پیروی کرے گا وہ بھی محض

ضابطے کی کارروائی نہیں بلکہ دلی محبّت سے ان کی پیروی مطلوب ہے۔

(ب) "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ...." (۴۸ : ۱۰)

"اے میرے نبی! جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔" ع

یہ نصیب اللہ اکبر لُوٹنے کی جا ہے

(ج) اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو جب باطل کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی تو ان کے دو وصف بیان فرمائے جیسا کہ سُورۂ حج آیت ۳۹ میں بیان ہوا ہے ایک یہ کہ وہ مظلوم ہیں دوسرا یہ کہ انھیں ناحق گھروں سے نکالا گیا۔ اِسی سورۃ کی آیت ۴۱ میں اُن کا ایک اور وصف بیان ہوا ہے:۔

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ" (۲۲ : ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں ملک میں اقتدار عطا کریں تو نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ایسی قابلِ رشک ہے کہ وہ جس حالت میں ہوں، اللہ سے ان کا تعلق بدستور رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ ہے کہ اقتدار بھی انھیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکتا۔ وہ اس حالت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کماحقہ ادا کرتے ہیں۔ ان کے دل جو اللہ کی محبت سے لبریز ہیں اس لئے کوئی اور محبت اس پر غالب نہیں آسکتی ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے جب کوئی نبی مبعوث فرمایا اسے اس کے فرائض سے آگاہ کیا، پھر وہ سمیع و بصیر اس کی کارکردگی کا خود مشاہدہ کرتا رہا اور قرآن حکیم میں یہ بھی ملتا ہے کہ اللہ کریم نے انبیاء کی کارکردگی کا اس کتاب میں تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ جہاں تک اللہ کے آخری نبی ﷺ کا معاملہ ہے اس کا تعلق چونکہ رہتی دُنیا تک پوری نوعِ انسانی سے ہے اس لئے اس کے متعلق اس سلسلے میں بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے فرائض بیان کرتے ہوئے دو اہم اصول اور بنیادی فرائض کا بار بار ذکر فرمایا :۔

پہلا یہ کہ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ۔ یعنی لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان کی نورانی فضا میں لانا۔

دوسرا یہ کہ یُزَکِّیۡھِمۡ۔ یعنی رذائلِ اخلاق سے پاک کر کے فضائلِ اخلاق سے ان کے باطن مزیّن کرنا۔

مختصراً یہ کہ :۔

(۱) نبی اکرم ﷺ کو دو اہم کام سونپے گئے یعنی کفر سے نکال کے ایمان کے دائرے میں لانا اور ان کا تزکیہ کرنا۔

(۲) تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں تک پہلے کام کا تعلق ہے ایک فی دُنیا سے شروع کیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ان نفوس قدسیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر اس آسمان نے پہلی مرتبہ دیکھا۔

(۳) اِس منظر کو دیکھنے والی انسانی آنکھیں ہی تھیں اور یہ دھوکا بھی کھا جاتی ہیں اِسلئے وہ ذات جو حقائق کی خالق ہے اِس کی نگاہ کبھی دھوکا نہیں کھاتی، اس لیۓ اُس نے اس کی شہادت خود دی۔

(۴) جن افراد کو اللہ کا یہ آخری نبی ﷺ کفر کی ظُلمت سے نکال کر نورِ ایمان کی فضا میں لے آیا اُن کا ایمان محض ضابطے کی کارروائی نہیں تھی۔

(۵) اللہ نے شہادت دی کہ ان کا ایمان حقیقی ایمان تھا۔

(۶) اللہ نے شہادت دی کہ کفر نے انتہائی کوشش کی کہ انھیں پھر سے کفر کی ظلمتوں میں کھینچ لائے مگر باطل ہر طرح ناکام رہا۔

(۷) اللہ نے شہادت دی کہ میں نے ان کے دلوں کو جانچا پرکھا، امتحان لیا اُن میں تقویٰ کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔

(۸) اللہ نے شہادت دی کہ تقویٰ ان کی ذات اور شخصیت کا جزوِ لانیفک بن گیا۔

(۹) اُس علیم و خبیر نے شہادت دی کہ تقویٰ کے وصف کے سب سے زیادہ مستحق وُہی تھے اور میرے نبی ﷺ نے اُن میں پوری پوری اہلیت اور صلاحیت پیدا کردی۔

(۱۰) نبی اکرم ﷺ کی تربیت کا کمال یہ تھا کہ خود اللہ نے ان کے دِلوں میں یہ کیفیت پیدا کردی کہ ایمان ان کے لِئے سب سے زیادہ محبوب بن گیا۔

(۱۱) اللہ نے شہادت دی کہ مَیں نے اپنے نبی ﷺ کی کوشش کی قدر کرتے ہوئے اس کے تربیت یافتہ افراد کے دلوں میں ایمان کو سجا کر رکھ دیا۔ اور یوں سجایا کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس کو بگاڑ نہ سکی۔

(۱۲) اللہ نے شہادت دی کہ مَیں نے اپنے نبی ﷺ کی حُسنِ تربیت کی قدر کرتے ہوئے یہ قانون بنا دیا اور اس کا اعلانِ عام کردیا کہ ان کا ایمان معیاری ایمان ہے۔ اب جو ان کی طرح ایمان لائے گا وہ مقبول اور جس نے اس معیار سے

ہٹ کر ایمان کی کوئی صورت اختیار کی وہ مردود۔

(۱۳) اللہ نے شہادت دی کہ میرے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کو نہ صرف ایمان اور عقیدے میں قابلِ رشک بنا دیا بلکہ ان کی عملی زندگی میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ اب قیامت تک میری رضا صرف اسے نصیب ہوگی جو ان کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ جو شخص میرے نبی ﷺ کے ان تربیت یافتہ افراد کی راہ سے سرمو انحراف کرے گا اس کے لئے جہنّم تیّار ہے۔

(۱۴) ایک دن آئے گا کہ سب انسان اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے ان کے اعمال کو جانچا جائے گا پھر جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جاتے گا۔ جن افراد کی تربیت نبی اکرم ﷺ نے کی، ان کو اسی دنیا میں ان کی زندگی میں یہ بشارت دے دی گئی فوزِ عظیم تمھارے ہی لئے ہے۔ تمھارے علاوہ جس کو کامیابی ملے گی وہ اس وجہ سے کہ اس نے تمھارے نقشِ قدم پر چل کر زندگی بسر کی ہوگی۔

(۱۵) قرآنِ حکیم کی ۹۲ آیات ایسی آئی ہیں جو براہِ راست صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال کی آئینہ دار ہیں جو آیات بالواسطہ ان کے کمال کا ثبوت پیش کرتی ہیں اُن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی حُسنِ تربیت اور کمالِ تربیت کی یہ ساری شہادت اس علیم وخبیر اور سمیع وبصیر ربّ العلمین نے دی ہے جو صرف ظاہر صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ

وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔

انسانوں کے دلوں اور نیّتوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے اس کی شہادت جسے قبول نہ ہو یا اس کے بیان پر جسے اعتبار نہ ہو اس کے لئے انسان کا لفظ استعمال کرنا، لفظ انسان کی اور پوری انسانیت کی توہین ہے اس کا مقام یہ ہے کہ

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

یعنی انسانی صورت میں وہ ڈنگر ڈھور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔

مستشرقین کی رائے

اہلِ یورپ گو ایمان کی دولت سے محروم ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اِسلام دشمنی کا جذبہ رکھتے ہوتے بھی سچّی بات ان کے قلم سے نکل ہی آتی ہے۔ اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ وہ دُنیا کو دِکھانا چاہتے ہیں کہ ہم انصاف اور عدل کی بات کرتے ہیں خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ حقیقت اپنے آپ کو منوا لیتی ہے۔ بشرطیکہ ضمیر مردہ نہ ہو چکا ہو۔

۱۔ مارگولیتھ کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں مگر وہ قرآن کی تعلیمات کے متعلق یہ رائے دینے پر مجبور ہو گیا کہ

"It had created an all but new phase of human thought and fresh type of character. It first transformed a number of heterogeneous desert tribes of the Arabian penensula into a nation of heroes."

(انسانی سوچ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور بالکل نئے انداز کا کردار تخلیق ہوا۔ جزیرہ نمائے عرب کے صحرا نشین قبیلوں کے مختلف النّوع قسم کے افراد عظیم شخصیتوں کی قوم میں تبدیل ہو گئے۔)

۲۔ ولیم میور مشہور مستشرق ہے۔ صحابہ کے ایمان کے متعلق لکھتا ہے:۔

"The intense faith conviction on the part of the immediate followers of Muhammad (peace be upon him) is the noblest testimony to the sincerity and his utter self absorption in his appointed task."

(محمد ﷺ کے پیروکاروں کے ایمان اور یقین کی شدت اِس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ اس سے ان کے اپنے کام میں انہماک ان کے اخلاص کا اعلیٰ ترین ثبوت فراہم ہوتا ہے۔)

۳۔ وِل ڈیوران، حالیہ امریکی مفکر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے متعلق لکھتا ہے:۔

"Its massage raised the moral and cultural level of its followers promoted social order and unity inculcated hygiene, lessened superstition and cruelty, lifted the lowly to dignity pride and produced among muslims a degree of sobriety and temperance unequalled elsewhere in the white man's world."

(اس پیغام نے ان کے پیروکاروں کا اخلاقی و تہذیبی درجہ کہیں زیادہ بلند کر دیا۔ معاشرتی ہم آہنگی اور وحدتِ فکر کو پروان چڑھایا، ان میں صحت و صفائی کے اصولوں کو پیدا کیا، توہم پرستی اور ظلم کا خاتمہ کیا۔ کمزور طبقوں کو عزّتِ نفس عطا کی۔ مسلمانوں میں مقصدِ حیات کی لگن اور سنجیدگی

کا وہ معیار پیدا کیا جو سفید فام اقوام کی دُنیا میں نظر نہیں آتا۔)

۴۔ مغربی مؤرخ فلپ کے ہٹی، حضور اکرم ﷺ کی تربیت کے دُور رس اثرات اور نتائج کا نقشہ کھینچتے ہوتے لکھتا ہے:۔

After the death of the prophet sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into a nursery of heroes the like of whom both in numbers and quality is hard to find anywhere

(حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد وہی عرب جو بانجھ تھا اچانک ایسی قدآور اور عظیم شخصیات کی نشو و نما کرنے کے قابل ہو گیا کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی یہ ساحری سے کسی طرح کم نہیں۔)

اس کرۂ ارض پر اور اس آسمان کے نیچے ایک ایسی قوم بھی بستی ہے جس کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جیسا ناکام مصلح دُنیا میں اور کوئی نہیں گزرا۔ اور جن کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں بدترین انسان وہ تھے جن کی تربیت محمد رسُول اللہ ﷺ نے کی۔ اور جو اللہ کی شہادت کو قطعاً ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہی نہیں، منوانے پر مصر ہیں۔

آئیے! آپ کو۔ سینہ پر پتھر رکھ کر۔ ان کے ہذیانات کے چند شاہکار دکھادیں:۔

(۱) "عن ابی جعفر قال کان النّاس اهل الردة بعد النّبی الا ثلثة فقلت

من الثلاثة فقال مقداد بن اسود۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی"

(کافی کتاب الروضہ صـ ۱۱۵)

"یعنی امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے رحلت فرماتے ہی تمام صحابہؓ مرتد ہو گئے صرف تین رہ گئے (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ تو فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔"

یہ روایت شیعہ کی سب سے پہلی اور معتبر ترین کتاب میں ہے یہ روایت بنانے میں پوری احتیاط نہیں کی گئی کیونکہ اس کی رُو سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ارتداد کی نذر ہو گئے۔

(۲) "عیاشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول اللہ ﷺ از دنیا رحلت نمود، مردم ہمہ مرتد شدند بغیر چار نفر علی ابن ابی طالبؑ مقداد و سلمان و ابوذر۔"

(حیات القلوب جلد دوم باب ۵۸ از ملا باقر مجلسی)

یہ بزرگ بعد میں آئے اس لئے پوری احتیاط سے روایت بنائی۔ اس میں امام باقرؒ نے تین کی بجائے چار کو ارتداد سے بچا لیا۔

(۳) "ابوبکر و عمر اور ان کے رفقا عثمان، ابو عبیدہ وغیرہ دل سے ایمان ہی نہیں لائے تھے صرف حکومت اور اقتدار کی طمع اور ہوس میں انھوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے کو چپکا رکھا تھا۔"

(کشف الاسرار صـ ۱۱۳ روح اللہ خمینی)

(۴) "عام صحابہ کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان (شیخین) کی خاص پارٹی میں شریک و شامل ان کے رفیقِ کار اور حکومت طلبی کے مقصد میں ان کے پورے ہم نوا تھے۔ یا پھر وہ تھے جو ان لوگوں سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف ایک حرف

زبان سے نکالنے کی ان میں جرأت وہمت نہیں تھی۔"

(ایضاً صہ۱۱۹ - ۱۲۱)

ان روایات کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ :-

(۱) نبی کریم ﷺ نے تیئس برس تک جن لوگوں کی تربیت کی ان میں سے ایک آدمی بھی اس قابل نہ ہوا کہ کوئی سچی بات ہی زبان پر لا سکے۔

(۲) تمام صحابہ دو گروہوں میں بٹ گئے مگر دونوں جھوٹے تھے۔ البتہ بڑا گروہ منافق تھا، ان کے جھوٹ کا نام نفاق۔ چھوٹا گروہ بزدل تھا، اس کے جھوٹ کا نام تقیہ رکھا۔ یاد رہے کہ اس چھوٹے گروہ میں شیرِ خدا بھی موجود تھے۔

(۳) یہ حالت نبی کریم ﷺ کے بعد سامنے آئی حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں کوئی آدمی دل سے ایمان نہیں لایا تھا یہ سب سازش صرف اقتدار کے لئے تھی۔

گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق یہ شہادت دی ہے کہ :-

۱ - سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دل سے ایمان لائے۔

۲ - وہ سچے اور حقیقی مومن تھے۔

۳ - اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا امتحان لیا وہ ایمان اور تقویٰ سے پُر تھے۔

۴ - ان کا ایمان معیاری ہے۔

۵ - قیامت تک آنے والوں میں سے اللہ کی رضا صرف اُسے حاصل ہوگی جو مہاجرین وانصار کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

اب آپ اندازہ کریں کہ اِن دونوں بیانوں میں فاصلہ کتنا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ شیعوں کو اللہ تعالےٰ کی شہادت پر اعتبار نہیں اِس لئے اس کو کُلیۃً مسترد کر دیا ہے۔ گویا انھیں دشمنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے اختلاف

رکھتے ہیں۔ اللہ سے ان کی دشمنی کی وجہ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ قرآن وہ نہیں جو حضرت محمد رسُول اللہ ﷺ پر نازل ہوا وہ تو سترہ ہزار آیت کا تھا۔

گو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق شہادت دی ہے کہ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ مگر اللہ کی شہادت جب ان کے ہاں قابلِ قبول نہیں تو اس کو کیوں صحیح مانیں۔ ہاں اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کہ قرآن ہم نے نازل کیا اور اس کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ اس بات پر اُن کا ایمان ہے کہ اللہ نے قرآن کی حفاظت اِس طرح کی کہ اس کی ہوا بھی کسی کو نہ لگنے دی، بس صرف ایک امام دوسرے امام کو دیتا چلا آیا اور اب اُس امام کے پاس ہے جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ قرآن اس لِئے نازل نہیں ہوا تھا کہ انسان اِسے پڑھ کر اس سے ہدایت حاصل کریں بلکہ صرف اس لِئے نازل ہوا تھا کہ امام اِس کو سنبھال کر رکھیں کسی انسان کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

بہر حال وجہ خواہ کچھ ہو، مندرجہ بالا روایت سے محمد رسُول اللہ ﷺ کی اتنی توہین کی گئی ہے جس کا کوئی انسان تصوّر بھی نہیں کر سکتا بلکہ یہ روایات کیا ہیں حضُور اکرم ﷺ کو جی بھر کے گالیاں دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اپنے بندوں کو ہدایت کی ہے کہ ان کے ساتھ معاملہ رکھنے میں یہ اصول سامنے رکھیں :-

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ" (۶۰ : ۱)

"یعنی اے اہلِ ایمان! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ہرگز دوست نہ بناؤ تم (ایسے بھولے ہو کہ) ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو حالانکہ یہ وہ ہیں جو اس قرآن کا انکار کر چکے ہیں جو حق لے کر تمھارے پاس آیا ہے"

یہ ہدایت بالکل اسی طرح ہے جیسے کہیں طاعون یا ہیضہ پھیل گیا ہو تو ڈاکٹر سب لوگوں کو ہدایت کر دیتے ہیں کہ طاعون یا ہیضہ کے مریض سے دُور رہنا اس سے بچنا اس کے ساتھ گھُل مِل کے نہ رہنا ورنہ بیماری کے جراثیم تمہیں بھی چمٹ جائیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جان سے کہیں بڑھ کر ایمان قیمتی ہے۔ اس لئے اللہ کریم نے جو اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے یہ ہدایت کر دی کہ ان سے بچ کے رہنا۔

ان کی دشمنی صرف اللہ تعالےٰ ہی سے نہیں، انھیں نبی کریم ﷺ سے بھی سخت اختلاف ہے چنانچہ جس کو اللہ کا رسُول ﷺ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو سخت نفرت ہوتی ہے مثلاً:-

(۱) اللہ کے رسُول ﷺ نے فرمایا:-

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔"

"یعنی میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کا دامن بھی تھام لوگے وہ تمہیں منزلِ مقصود پر پہنچا دے گا۔"

یہ کہتے ہیں کہ کوئی صحابی دل سے ایمان لایا ہی نہیں تھا اور حضور اکرم ﷺ کے دُنیا سے رخصت ہوتے ہی سب کھُل کر سامنے آ گئے اور مرتد ہو گئے۔ صرف تین یا چار جو رہ گئے وہ ایسے کمزور اور بے بس تھے کہ اپنے ساتھی سے بھی دل کی بات نہیں کہتے تھے۔

(۲) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:-

"خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ۔" (کنز العمال ۱۱ : ۵۶۷)

"یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی اُمت میں بہترین آدمی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔"

(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:-

"اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔" (کنز العمال ۱۱ : ۵۶۲)

"یعنی میرے بعد ان دو آدمیوں کی پیروی کرنا یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی"

(۴) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"لو کان بعدی نبی لکان عمر" (ترمذی و کنزالعمال ۱۱ : ۵۷۸)

"یعنی میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا وہ عمر ہوتا"

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا:۔

"ما فی السماء ملک الا وهو یوقد عمر ولا فی الارض شیطان وهو یفرق من عمر" (ترمذی، کنزالعمال ۱۱ : ۵۷۴)

"یعنی آسمان میں کوئی فرشتہ نہیں جو عمرؓ کا احترام نہ کرتا ہو اور زمین میں کوئی شیطان نہیں جو عمر سے نہ بھاگتا ہو"

(۶) "ابوبکر و عمر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی حضور اکرم نے اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو ان کی زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے"

ابوبکر و عمر اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اِن کی رائے سنیئے!

(۱) ان کے ساتویں امام فرماتے ہیں اور وہ "معصوم" بھی ہیں :۔

"میں بقسم کہتا ہوں کہ یہ دونوں (ابوبکر و عمر) پہلے سے منافق تھے، انھوں نے اللہ کے کلام کو رد کیا اور رسول اللہؐ کے ساتھ تمسخر کیا۔ وہ دونوں قطعی کافر ہیں۔ ان پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی لعنت"

(کافی۔ کتاب الروضہ ص۱۲)

(۲) "وہ دو اعرابی کہ خدا اور اس کے رسولؐ پر ہرگز ایمان نہیں لائے ابوبکر و عمر ہیں" (جلاء العیون ص۱۶)

(۳) "کسی صاحب عقل کے لئے اس کی مجال اور گنجائش نہیں ہے کہ عمر کے کافر ہونے میں شک کرے پس خدا اور رسول کی لعنت ہو عمر پر اور ہر اس شخص

پر جو اسے مسلمان جانے اور ہر اس آدمی پر جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کرے۔"

(جلاء العیون ص۴۵)

(۴) "رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت و اقتدار حاصل کرنے کا ان (ابوبکر و عمر) کا جو منصوبہ تھا اس کے لئے وہ ابتداء ہی سے سازش کرتے رہے اور انھوں نے اپنے ہم خیالوں کی ایک طاقتور پارٹی بنا لی تھی۔ ان سب کا اصل مقصد اور مطمع نظر رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت پر قبضہ کرلینا ہی تھا اس کے سوا قرآن سے اسلام سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔"

(کشف الاسرار ص ۱۱۴۔۱۱۳ آیت اللہ خمینی)

(۵) "تبرا کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چار بتوں یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ اور چار عورتوں عائشہ، حفصہ، ہندہ، امّ الحکم سے اور ان کے سب ساتھیوں سے اور پیروؤں سے اظہار بیزاری کریں۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔"

(حق الیقین ۲ : ۵۸۱)

دیکھ لیجئے! اللہ کے رسول ﷺ کی پسند اور ان لوگوں کی پسند میں کتنا فاصلہ ہے مگر ان کی جرأت رندانہ دیکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اس درجہ مخالفت اور اتنی توہین کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی نبوی بصیرت سے ان حالات کا مشاہدہ کرلیا تھا، اس لئے اس کے متعلق واضح طور پر ہدایت فرمادی:۔

"ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا فجعل لی منھم وزراء و اصھارا وانصارا فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔"

(کنز العمال ۱۱ : ۵۲۹)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات میں مجھے انتخاب کرلیا اور بنی نوع انسان میں

میرے صحابہ کو چن لیا پھر ان میں سے کچھ میرے وزیر بنائے کچھ میرے خسر اور داماد بنائے کچھ میرے مددگار بنائے۔ تو جو ان میں کوئی نقص نکالے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت "

حضور اکرم ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ ان اللہ کے دشمنوں اور میرے صحابہ کے دشمنوں کے متعلق میری رائے یہ ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ حضور اکرم ﷺ اپنی امت کو بھی ہدایت فرماتے کہ تمھارا ان کے ساتھ معاملہ کس طرح کا ہونا چاہیئے؟ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :-

"ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابی واصھاری وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم" (کنز العمال ۱۱ : ۵۲۹)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں مجھے انتخاب کر لیا اور میرے لئے بنی نوع انسان میں سے میرے صحابہ کو انتخاب کر لیا۔ پھر ان میں سے میرے خسر اور داماد انتخاب کر لیے۔ اور عنقریب ایک قوم آئے گی جو ان سب کو برا بھلا کہیں گے ان میں نقص نکالیں ۔ تو اے میری امت کے لوگو! ان کے ساتھ میل ملاپ اور بیٹھنا بالکل نہ رکھنا، ان کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرنا، ان سے نہ رشتہ لینا اور نہ دینا۔ یعنی ہر صورت میں ان سے بچ کے رہنا اور دور رہنا "

حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین بھی ہیں مگر امت کے ساتھ تو آپ ﷺ کی شفقت تو اس درجے کی ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا : وبالمومنین رؤف رحیم اس لئے آپ ﷺ نے امت کو آگاہ فرما دیا کہ تمھارا اس قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے ۔ اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ ؎

ہمیں بھلا ان سے کیا واسطہ جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں